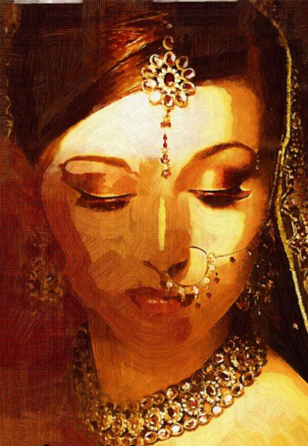

دُوسری بیوی

ملک صفدر حیات

دوسری بیوی

آپ مجھے بڑا قابل اور اُستاد سراغرساں سمجھتے ہوں گے لیکن میں قابل بھی نہیں اور اُستاد بھی نہیں تھا۔ مجھ میں خوبی یہ تھی کہ میں اپنے فرائض کے ساتھ اور اُن لوگوں کے ساتھ جو میرے پاس سائل یا مستغیث یا مشتبہ کی حیثیت سے آتے تھے، عزت و احترام سے پوری طرح دیانتداری اور خلوص سے پیش آتا تھا۔ اگر آپ مجھے اب بھی قابل اور اُستاد سراغرساں سمجھتے ہیں تو میں آپ کو اپنی ایک احمقانہ تفتیش کی کہانی سناتا ہوں۔ میں واردات کی رپورٹ کرنے والوں اور گواہوں وغیرہ کی حماقتوں کے جال میں آ گیا تھا اور اس جال میں مجھے اپنے خلوص، فرض شناسی اور دیانتداری نے بھی پھنسایا تھا۔

وہ چھوٹا سا ایک قصبہ تھا جسے اردگرد کے دیہات والے شہر کہتے تھے کیونکہ اس میں سے پکی سڑک اور ریلوے لائن گزرتی تھی اور یہاں ریلوے سٹیشن بھی تھا، ورنہ آج کل کے معیار کے مطابق یہ ایک بڑا گاؤں تھا۔ ایک روز اس قصبے کا ایک آدمی تھانے میں آیا۔ اس کے ساتھ اس کا ایک بیٹا بھی تھا جس کی عمر چودہ پندرہ سال ہوگی۔ یہ آدمی مسلمان تھا اس نے بتایا کہ اس کی جوان بیٹی لاپتہ ہے۔

میرے ذہن میں پہلا خیال یہ آیا کہ کسی کے ساتھ نکل گئی ہوگی لیکن اس نے یہ کہہ کر مجھے حیران کر دیا کہ لڑکی شادی شدہ ہے اور اپنے خاوند کے گھر سے لاپتہ ہے۔ میں اسے کوئی گھریلو جھگڑا سمجھا اور یہ ارادہ کیا کہ رپورٹ درج نہیں کروں گا۔ اگر یہ دو گھروں کا جھگڑا ہوا تو ان کی صلح وصفائی کرا دوں گا۔ میں اسے جھگڑا اس لئے سمجھ رہا تھا کہ لڑکی خاوند کے گھر سے لاپتہ ہوئی تھی لیکن خاوند اس آدمی کے ساتھ نہیں آیا تھا۔

''آپ کی بیٹی کا خاوند آپ کے ساتھ کیوں نہیں آیا؟''

''مجھے شک ہے کہ میری بیٹی کو اُسی نے غائب کیا ہے''......اُس نے جواب دیا۔

اُس نے جو تفصیل سنائی وہ مختصر اُیوں ہے کہ اس خاوند کی یہ دوسری بیوی تھی۔ اس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ آپ نے اسے حلیم کہہ لیں۔ اُس نے آٹھ نو سال گزرے پہلی شادی کی تھی لیکن اولاد نہ ہوئی۔ اولاد کی خاطر اُس نے اِس آدمی سے جو رپورٹ درج کرانے آیا تھا، اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ لڑکی کے باپ نے رشتہ دینے کا وعدہ کر دیا۔ یہ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ اس نے اپنی اٹھارہ انیس سال

کی عمر کی بیٹی کا رشتہ بتیس تینتیس سال کی عمر کے آدمی کو صرف اس لئے دے دیا کہ اُس آدمی کے مالی حالات بڑے اچھے تھے اور وہ جس مکان میں رہتا تھا وہ اُس کا اپنا تھا۔ وہ اپنے ماں باپ سے الگ رہتا تھا۔ وہ حویلی بھی اس خاندان کی اپنی تھی۔

حلیم نے رشتہ لینے کی یہ شرط رکھی تھی کہ وہ پہلی بیوی کو طلاق نہیں دے گا اور اس کے حقوق پورے کرتا رہے گا۔ لڑکی کے ماں باپ اپنے بیٹی کا رشتہ حلیم کو نہیں بلکہ اُس کی اچھی آمدنی اور مکان کو دے رہے تھے، اس لئے انہوں نے حلیم کی شرط منظور نہ کی اور کہا کہ پہلے وہ پہلی بیوی کو طلاق دے اور یہ شرط بھی رکھی کہ مکان لڑکی کے نام کر دے اور یہ بھی کہ وہ دس ہزار روپیہ حق مہر کے علاوہ ایک سو روپیہ ماہوار لڑکی کا خرچ لکھ کر دے۔

حلیم نے یہ شرائط مان لیں۔ اُسے اولاد کے لئے دوسری بیوی کی ضرورت تھی اور لڑکی بہت خوبصورت بھی تھی۔ وہ نوجوان بھی تھی۔

حلیم نے پہلی بیوی کو طلاق دے دی اور اس آدمی کی بیٹی کے ساتھ شادی کر لی۔ مکان بھی لڑکی کے نام کر دیا، دس ہزار روپیہ حق مہر اور ایک سو روپیہ ماہوار خرچ بھی لکھ دیا۔ اُس زمانے میں دس ہزار روپیہ اور ایک سو روپیہ ماہوار بہت ہی زیادہ رقمیں تھیں۔ پانچ چھ افراد کا کنبہ ایک روپیہ روزانہ میں بڑی اچھی روٹی کھا سکتا تھا۔ ایک سو روپیہ ماہوار تنخواہ پانے والا آدمی امیر سمجھا جاتا تھا۔

باپ کی رپورٹ کے مطابق اُس کی بیٹی نیک، سلیقہ شعار، بے زبان اور غلاموں کی طرح زندگی گزارنے والی تھی۔ اُس نے اس شادی کو قبول کیا اور خاوند کی خدمت اور فرمانبرداری میں کوئی کسر نہ رہنے دی، مگر حلیم لڑکی کو میکے نہیں جانے دیتا تھا۔ شادی کوئی ایک سال پہلے ہوئی تھی۔ حلیم نے لڑکی کو ایک سال میں صرف دو مرتبہ گھر آنے کی اجازت دی اور وہ بھی دو دن کے لئے۔ لڑکی کے ساتھ اُس کا سلوک اچھا نہیں تھا۔ اُس نے یہ اجازت دے رکھی تھی کہ لڑکی کے والدین اور بھائی وغیرہ اُس کے گھر آ کر لڑکی سے مل سکتے ہیں اور جتنے دن چاہیں رہ سکتے ہیں۔ دونوں کے گھر اسی قصبے میں تھے اور کچھ دُور دُور تھے۔

حلیم کا یہ رویہ میرے لئے قابلِ فہم تھا۔ اُس نے دراصل مکان کے عوض لڑکی خریدی تھی۔ لڑکی اب اُس کی ملکیت تھی۔ ماں باپ نے لڑکی کی جو قیمت مانگی تھی، وہ انہیں مل گئی تھی۔

دوسری بیوی لاپتہ

لڑکی کے باپ نے بتایا کہ سات آٹھ دن گزرے اُس کی بیوی (حلیم کی ساس) حلیم کے گھر اپنی بیٹی سے ملنے گئی۔ اُسے حلیم اکیلا گھر ملا۔ لڑکی نہیں تھی۔ ماں نے اپنی بیٹی کے متعلق پوچھا تو حلیم

نے بتایا کہ محلے میں کسی کے گھر گئی ہے ماں انتظار کرتی رہی۔ اس کی بیٹی واپس نہ آئی۔ حلیم نے تین چار بار کہا کہ وہ چلی جائے۔ اس کی بیٹی آئے گی تو وہ اُسے اُس کے گھر (میکے) بھیج دے گا۔ ماں واپس آ گئی۔

دوسرے دن لڑکی کا چھوٹا بھائی اپنی بہن سے ملنے گیا۔ بہن گھر نہیں تھی۔ حلیم نے اس لڑکے کو بھی یہی بتایا کہ اس کی بہن محلے میں کسی کے گھر گئی ہے اور ذرا دیر سے آئے گی۔ ایک دو روز بعد لڑکی کا باپ حلیم کے گھر گیا۔ اسے بھی حلیم نے یہی بتایا کہ لڑکی محلے میں کسی کے گھر گئی ہے۔

باپ نے حلیم سے کہا کہ وہ اُسے بلا دے یا پڑوسیوں کے کسی بچے سے کہے کہ دیکھے کہ وہ کس گھر میں ہے۔ حلیم نے اُسے کہا کہ وہ چلا جائے۔ باپ نے محسوس کیا کہ حلیم کچھ پریشان اور اُکھڑا اُکھڑا سا تھا، اور اُس نے جس انداز سے لڑکی کے باپ سے کہا کہ وہ چلا جائے وہ مشکوک سا تھا۔ باپ چلا گیا اور لڑکی کی ماں کو بتایا کہ حلیم کا رویہ ٹھیک نہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اُس نے لڑکی کو اپنے گھر میں بھی والدین سے ملنے سے روک دیا ہے اور لڑکی شاید کمرے میں ہوتی ہے اور حلیم کہہ دیتا ہے کہ محلے میں کسی کے گھر گئی ہے۔

ماں طیش میں آ گئی۔ وہ شام کے بعد جب رات اندھیری میں ہو چکی تھی، حلیم کے گھر چلی گئی۔ وہاں تالا لگا ہوا تھا۔ ماں پڑوسیوں کے ہاں گئی وہاں عورتوں نے لڑکی کی ماں سے پوچھا کہ اُس کی بیٹی میکے میں ہے؟ ماں نے بتایا کہ نہیں وہ تو اسی سے ملنے آئی تھی لیکن تالا لگا ہوا ہے۔ اُسے پڑوسیوں نے بتایا کہ وہ کئی دنوں سے نظر نہیں آ رہی اور سب سمجھتی ہیں کہ اپنے گھر گئی ہے۔ ماں سمجھی کہ اس کی بیٹی حلیم کے والدین کے گھر گئی ہوگی۔ ماں وہاں گئی اور حلیم کی ماں سے اپنی بیٹی کے متعلق پوچھا۔ حلیم کی ماں اُس پر ٹوٹ پڑی۔

''تم نے اپنے بیٹی ہمیں دی تھی؟''...... حلیم کی ماں نے کہا...... ''اس نے تو ہماری عزت خاک میں ملا دی ہے۔ اتنی اچھی بیوی کو طلاق دے دی۔ ہم حلیم سے کہہ کہہ کے تھک گئے کہ اپنا علاج معالجہ کرا، کسی پیر فقیر کی مریدی کر، کسی خانقاہ پر جا ماتھا رگڑ، اللہ کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔ لیکن وہ دوسری شادی کرنے پر تلا ہوا تھا۔ ہماری ایک نہ سنی۔ ادھر تم اپنی بیٹی دینے کو تیار بیٹھی تھیں۔ مکان لکھوایا اور بیٹی دے دی۔''

دونوں عورتوں میں تُو تُو مَیں مَیں ہوئی اور پتہ چلا کہ نہ حلیم ماں باپ کے گھر جاتا ہے نہ اُس کی دوسری بیوی کبھی گئی ہے۔ اس سے حلیم کے خلاف لڑکی کے والدین کو شک ہوا کہ حلیم نے کسی وجہ سے لڑکی کو غائب کر دیا ہے۔

لڑکی کے باپ نے اپنے دوستوں سے مشورہ لیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ تھانے رپورٹ کر دو۔ میں نے اس آدمی سے پوچھا کہ اُسے حلیم پر ایسا شک کس بنا پر ہوا ہے؟

''وہ پہلی بیوی کو طلاق نہیں دینا چاہتا تھا''......اُس نے جواب دیا......''اس نے دوسری شادی صرف اولاد کی خاطر کی ہے۔ ایک سال ہونے کو آیا ہے۔ اُس نے دیکھ لیا ہوگا کہ اس لڑکی میں بھی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں۔ وہ مکان ہماری بیٹی کے نام کر چکا تھا۔ حق مہر بھی بہت زیادہ تھا اور ماہوار خرچ بھی زیادہ۔ اُس نے یہ بہتر سمجھا ہوگا کہ اس لڑکی کو طلاق دی تو بہت مہنگی پڑے گی اور مکان بھی ہاتھ سے نکل جائے گا، اس لئے اسے ٹھکانے لگا دو۔ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد وہ تیسری شادی کر لے گا......اُس پر اپنے والدین کا دباؤ بھی پڑ رہا ہے وہ حلیم کی پہلی بیوی کے قریبی رشتہ دار ہیں۔''

مجھے یہ چار دیواری کی دُنیا کا ایک معمولی سا ڈرامہ نظر آتا تھا۔ کسی لڑکی کو غائب کر دینا یا قتل کرا دینا آسان کام نہیں ہوتا۔ ایسی وارداتیں راجوں مہاراجوں اور بہت بڑے جاگیرداروں کے ہاں ہوتی ہیں۔ میں نے رپورٹ لکھنے کی بجائے حلیم سے بات کرنا بہتر سمجھا۔ ایک کانسٹیبل کو پرائیویٹ کپڑوں میں حلیم کے پتے پر بھیجا کہ کسی اور کو بتائے بغیر اُسے تھانے لے آئے۔ حلیم کے سُسر اور سُسر کے بیٹے کو میں نے کانسٹیبلوں کے کمرے میں بھیج دیا اور میں کسی اور کام میں مصروف ہو گیا۔

حلیم کا گھر دُور نہیں تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد کانسٹیبل آ گیا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ حلیم نہیں ملا۔ اس کانسٹیبل نے باریک کپڑے کی قمیض پہن رکھی تھی۔ ویسے ہی میری نظر اُس کی جیب پر پڑی۔ پانچ روپے کا ایک نوٹ باریک کپڑے میں سے جیب میں پڑا نظر آ رہا تھا۔ میں نے کانسٹیبل کی جیب سے یہ نوٹ نکال کر اپنے پاس رکھ لیا اور اُسے کہا......''جاؤ اور اُسے ساتھ لے آؤ اور واپس آ کر مجھ سے یہ نوٹ لے لینا۔''

میں نے اُس کی بددیانتی پکڑ لی تھی۔ اس پر میں نے غصے کا اظہار نہ کیا۔ وہ کچھ کہے بغیر چلا گیا۔ ایک گھنٹے سے کم عرصے میں وہ حلیم کو ساتھ لے آیا۔ میں نے کانسٹیبل کے سامنے حلیم سے پوچھا کہ وہ پہلے کیوں نہیں آیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ وہ گھر نہیں تھا۔

میں نے پانچ روپے کا نوٹ اُس کی طرف بڑھا کر کہا......''کیا تم پولیس کو دھوکہ دے سکتے ہو؟ کتنی بار پانچ روپے دیتے رہتے؟......صرف دو بار۔ تیسری بار ہتھکڑیاں میں جکڑے ہوئے یہاں آ جاتے۔ یہ لو اپنے پانچ روپے۔''

کانسٹیبل کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ میں نے اُسے گھورا اور وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا۔ حلیم نے مجھ سے پانچ کا نوٹ لے لیا۔

''تمہاری دوسری بیوی کہاں ہے؟''...... میں نے اُسے اپنے دفتر میں بٹھا کر پوچھا۔
اُس کا جواب صرف یہ تھا کہ اُس کا رنگ بدل گیا۔ آنکھیں ٹھہر گئیں اور ہونٹ کھل کر کانپنے لگے۔ میرے حوصلہ دینے پر بھی اُس کے منہ سے بات نہ نکلی۔
''تم تھانے کیوں نہیں آئے تھے؟''...... میں نے پوچھا...... ''کانسٹیبل کو پانچ روپے دے کر کیوں یہ کہلوایا تھا کہ جاؤ کہہ دینا وہ گھر نہیں ہے؟''
اس کی حالت اور زیادہ بگڑ گئی۔
میں نے کہا...... ''کہہ دو محلے میں کسی کے گھر گئی ہوئی ہے۔''
وہ چپ رہا۔ اُس نے کانسٹیبل کو پانچ روپے کا نوٹ جو دیا تھا وہ اُس کی گرفتاری کا وارنٹ تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ پولیس کو ٹالنے کی کوشش کر رہا ہے جو بلا وجہ نہیں ہوسکتی۔ اُس زمانے میں کانسٹیبل یا عدالت کے ہرکارے کو ٹالنے کے لئے عام لوگ آٹھ آنے اور امیر لوگ ایک روپیہ دیا کرتے تھے۔ پانچ روپے سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ اُس کا جرم معمولی نہیں، اور اگر جرم معمولی ہے تو یہ بہت زیادہ گھبرا گیا ہے۔
''ایک رات حوالات کے اندر گزارو''...... میں نے کہا...... ''کل صبح تک میرا خیال ہے تم بولنے کے قابل ہو جاؤ گے۔''
وہ اس طرح بدکا اور اُس کی نظریں مجھ پر جم گئیں جیسے کسی نے بجلی کے ننگے تار اُس کے جسم سے لگا دیئے ہوں۔ میں اُٹھنے لگا تو اُس نے اس ڈر سے لپک کر میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے کہ میں اُسے حوالات میں بند کرنے کو اُٹھا ہوں۔ اُس نے پہلے سر ہلایا پھر سسکی لینے کی طرح بولا...... ''ذرا بیٹھ جائیں۔ میری بات سن لیں۔ میں مجرم نہیں مظلوم ہوں''...... اور اُس کے آنسو بہنے لگے۔
''بیٹھ جاؤ''...... میں نے اُسے بٹھا دیا اور خود بھی بیٹھ کر کہا...... ''یہ پولیس سٹیشن ہے جہاں پتھر بھی بول پڑتا ہے کہ اُسے فلاں آدمی نے اُٹھا کر فلاں آدمی کے سر پر مارا تھا۔ تم اگر مجرم ہو تو سب کچھ بتا دو اور اگر مظلوم ہو تو تمہاری اتنی مدد کروں گا جو تم سوچ بھی نہیں سکتے''...... میں نے آگے ہو کر راز داری سے کہا...... ''اگر اپنا جرم مجھے پریشان کئے بغیر سنا دو گے تو فائدے میں رہو گے۔ میرے ساتھ دوستی کر لو۔ میرا خیال ہے تم نے مظلوم ہو کر جرم کیا ہے۔ مجھے ایسے آدمی کے ساتھ بہت ہمدردی ہوتی ہے''...... میں نے آہستہ سے پوچھا...... ''بیوی کو قتل کرا دیا ہے؟''
''نہیں''...... وہ ہڑبڑا کر بولا...... ''وہ خود ہی کہیں بھاگ گئی ہے۔ وہ مجھے دھوکہ دے گئی ہے۔''

"وہ تو سنا ہے بڑی فرمانبردار اور نیک لڑکی تھی اور اُس نے تمہیں دل سے قبول کر لیا تھا۔"

"میری پہلی بیوی فرمانبردار اور نیک تھی"...... اُس نے کہا...... "یہ دوسری اصل شیطان ہے۔ میں اسے نیک اور فرمانبردار سمجھتا تھا لیکن اس نے پہلے ایک ماہ میں اپنی حرکتوں سے ثابت کر دیا کہ اسے میرے گھر اور میری ذات کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔ میں نے مکان اس کے نام کر دیا تھا، پھر اسے روپیہ پیسہ دیتا رہتا کہ خوش رہے۔ اسے بڑے قیمتی کپڑے دیتا رہا مگر اس کا رویہ میرے خلاف رہا اور دن بدن بگڑتا رہا۔ میں نے اس پر ذرا سختی شروع کر دی اور اسے اُس کے ماں باپ کے گھر جانے سے روک دیا۔ میرا خیال تھا کہ اس کی ماں اچھی نیت کی عورت نہیں، وہ اسے غلط سبق دیتی ہو گی، مگر لڑکی کا رویہ بگڑتا رہا......"

"کوئی تین ماہ بعد اس نے مجھے یہ الفاظ کہہ دیئے۔"...... میں نے آپ کو دل سے قبول نہیں کیا میں نے اپنے ماں باپ کا حکم مانا ہے۔...... وہ تو یہ بھی کہتی تھی کہ میں آپ کو اولاد نہیں دے سکتی۔ میں نے اس کی ماں سے بھی اور باپ سے بھی کہا کہ اپنی بیٹی کو سمجھائیں ورنہ میں مکان کی رجسٹری اپنے نام کرالوں گا۔ اس کی ماں نے کہا کہ مکان کی رجسٹری تو اس کے پاس ہے۔ اب یہ کاغذات اسے نہیں مل سکتے۔ میں نے دیکھا کہ اس عورت کا رویہ بھی دشمنوں والا تھا۔ مکان کی رجسٹری اس نے اپنے قبضے میں لے لی تھی۔ میرے سسر کا رویہ کچھ بہتر تھا لیکن ماں بیٹی پر اس شخص کا کوئی اثر نہیں تھا۔ میں اولاد کی خاطر جال میں پھنس گیا تھا۔ میں نے اس لڑکی کو طلاق دینے کی سوچی تو خیال آیا کہ مکان بھی دے چکا ہوں اور دس ہزار روپیہ حق مہر لکھ دیا ہے۔ میں نے غصے میں آ کر اس کی پٹائی شروع کر دی......

"کوئی پندرہ سولہ دن گزرے میں صبح جاگا تو بیوی ساتھ والے پلنگ پر نہیں تھی۔ کچھ دیر انتظار کیا۔ خیال تھا کہ غسل خانے میں ہو گی مگر وہ کہیں بھی نہیں تھی۔ میں سمجھ گیا کہ اپنے ماں باپ کے پاس چلی گئی ہے۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ خود گئی ہے، خود ہی آ ئے گی۔ میں اس کے پیچھے نہیں جاؤں گا۔ میں نہ گیا۔ پانچ روز بعد اس کی ماں آ ئی۔ وہ آتی رہتی تھی۔ پیشتر اس کے کہ میں اُس سے پوچھتا کہ اُس کی بیٹی کہاں ہے، اُس نے مجھ سے یہی سوال پوچھا۔ وہ اپنی بیٹی کے لئے باداموں وغیرہ کی کوئی چیز بنا کر لائی تھی۔ اُس نے مجھے کہا کہ یہ تم بھی کھایا کرو، اس میں بڑی طاقت ہے۔ میں نے اس عورت کی باتیں غور سے سنیں۔ اس کے لہجے اور انداز میں مجھے کوئی شرارت نظر نہیں آ ئی تھی لیکن اس عورت کا کوئی اعتبار بھی نہ تھا۔ میں نے اُسے کہا کہ اُس کی بیٹی محلے میں کسی کے گھر گئی ہے۔ وہ کچھ دیر انتظار کر کے چلی گئی......"

"دوسرے دن اس کا بھائی آ گیا۔ وہ بھی اپنی بہن سے ملنے آیا تھا۔ مجھے کچھ شک ہونے لگا۔

میں نے اسے بھی یہی کہا کہ اس کی بہن محلے میں کسی کے گھر گئی ہے۔ باتوں باتوں میں اس سے پوچھا کہ اس کی بہن اپنے گھر کب گئی تھی۔ وہ چودہ پندرہ سال کا لڑکا تھا، میری باتوں میں آ گیا۔ اُس نے دو ماہ پہلے کا بتایا کہ اُس کی بہن اپنے گھر گئی تھی۔ مجھے یہ شک تھا کہ اس کی ماں بڑی چالاک ہے، اس نے اپنی بیٹی کو مجھ سے چوری چھپے اپنے گھر بلا کر چھپا لیا ہے اور یہ اس کی کوئی خطرناک چال ہو گی مگر لڑکے سے پتہ چلا کہ میری بیوی ماں باپ کے پاس نہیں گئی۔ وہ بھاگ گئی تھی۔ بھاگنے کی وجوہات بڑی صاف ہیں۔ اُس نے مجھے دل سے قبول نہیں کیا تھا۔ میں اُس پر اتنی سختی کرتا تھا کہ اُسے مارتا پیٹتا بھی تھا۔ لڑکی ہوشیار اور طبیعت کی تیز ہے۔ اُسے بھگانے میں اس کی ماں کا ہاتھ بھی ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں نے مجھ سے مکان اپنی لڑکی کے نام لکھوا لیا ہے..........‘‘

مکان دیا بیٹی لی

’’اگلے روز اُس کا باپ آیا۔ وہ اپنی بیٹی سے ملنے آیا تھا۔ اس کے چہرے سے پتہ چلتا تھا کہ اسے مجھ پر شک ہے۔ میں نے اسے بھی بتایا کہ اس کی بیٹی محلے میں کسی کے گھر گئی ہے۔ اس نے کہا ......تم کہہ کیوں نہیں دیتے کہ ہمیں اپنی بیٹی سے ملنے کی اجازت نہیں۔ اس کی ماں آئی، بھائی آیا، اب میں آیا ہوں۔ تم سب کو ایک ہی جواب دے رہے ہو کہ محلے میں کسی کے گھر گئی ہے۔ میں شام تک یہیں رہوں گا۔ وہ آ جائے گی...... میرے لئے یہ پریشانی کچھ کم نہیں تھی کہ میری بیوی لاپتہ ہو گئی تھی۔ اس کے باپ نے مجھے مشتبہ سمجھ کر رُعب سے بات کی تو مجھے غصہ آ گیا۔ میں نے اسے کہا......گھر کے سارے کمرے دیکھ لو۔ اُوپر چلے جاؤ۔ تمہیں بیٹی کہیں نظر آ جائے تو اسے دو چار دنوں کے لئے گھر لے جاؤ..................‘‘

’’اس نے ایک بار پھر کہا کہ میں شام تک ٹھہروں گا۔ میں نے کہا...... میں تمہیں دو منٹ اور یہاں نہیں ٹھہرنے دوں گا۔ میں کام سے جا رہا ہوں...... اس نے غصے کا جواب غصے سے دیا تو میں نے جل کر کہا...... اپنی بیٹی پر اب تمہارا کوئی حق نہیں۔ میں نے پورا مکان دے کر اسے تم سے خریدا ہے۔ یہ میری مہربانی ہے کہ تمہیں اپنے گھر میں داخل ہونے دیتا ہوں...... وہ واہی تباہی بکتا نکل گیا...... اور آج آپ نے بلا لیا ہے۔ میرے دل میں جو کچھ تھا وہ آپ کو سنا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میری بیوی کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے۔‘‘

’’کسی پر شک ہے تمہیں؟‘‘

’’میں کچھ نہیں کہہ سکتا‘‘ ......اُس نے جواب دیا...... ’’مجھے یقین ہے کہ وہ اغوا نہیں ہوئی اُسے کوئی اُٹھا کر نہیں لے گیا۔ وہ اپنی مرضی سے گئی ہے۔‘‘

''تم نے پہلے روز ہی اپنی ساس سے کیوں نہ کہہ دیا کہ تمہاری بیوی صبح سے غائب ہے؟''...... میں نے اس سے پوچھا...... ''تمہیں جب یقین ہوگیا تھا کہ تمہاری بیوی غائب ہے تو تم اُس کے ماں باپ کے پاس کیوں نہ چلے گئے؟''

''میں سوچتا رہا۔ اتنے میں اُس کی ماں آ گئی'' ...... اُس نے جواب دیا...... ''اُس نے جب بتایا کہ وہ اپنی بیٹی سے ملنے آئی ہے تو میں چکرا گیا۔ مجھے کچھ سوجھ ہی نہیں رہا تھا''

میں نے اس پر بہت جرح کی۔ اسے بہت چکر دیئے۔ اس کی نفسیات سمجھنے کی کوشش کی۔ اس کی نیت کو بھانپا۔ میں نے یہ رائے قائم کی کہ یہ شخص اتنا دلیر اور چالاک نہیں جتنا احمق ہے۔ میں اس سے یہ بھی پوچھا کہ اُسے جب یقین ہوگیا تھا کہ اُس کی بیوی اتنے دنوں سے لاپتہ ہے تو اُس نے پولیس کو رپورٹ کیوں نہ دی؟ اُس نے طرح طرح کی احمقانہ باتیں کر کے مجھے اپنا حامی بنانے کی کوشش کی۔ وہ دراصل کہنا یہ چاہتا تھا کہ اپنی زبان سے یہ کہنے میں کہ اس کی بیوی بھاگ گئی ہے وہ اپنی بے عزتی سمجھتا تھا۔ وہ اپنی پہلی بیوی سے بھی نادم تھا۔ وہ دوسری بیوی کے فرار کو چھپانے کی کوشش میں تھا اور یہ اُمید لگائے بیٹھا تھا کہ اُس کی بیوی گھوم پھر کر واپس آ جائے گی۔

میں نے حلیم کو دفتر سے نکال کر ایک اور کمرے میں بھیج دیا اور اُس کے سُسر کو بلایا۔ اُسے خبردار کیا کہ وہ اپنی بیٹی کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانے آیا ہے، اُسے ایک بار پھر سوچ لینا چاہیے کیونکہ رپورٹ غلط ثابت ہوئی اور بیٹی اُس کے اپنے گھر سے برآمد ہوگئی یا یہ پتہ چل گیا کہ اپنی بیٹی کو اُس نے خود یا اُس کی ماں نے اپنے داماد کو پریشان کرنے کے لئے کہیں چھپا رکھا تھا تو دونوں کو گرفتار کر لیا جائے گا۔

اس شخص نے مجھے قائل کرنے کی کوشش کی کہ اپنی بیٹی کو انہوں نے خود غائب نہیں کیا۔ ان کے داماد نے اُسے غائب کیا ہے۔ اسے ابھی معلوم نہیں ہوا تھا کہ میں نے اس کے داماد کو بھی بلا رکھا ہے۔

میں نے اُسے کہا کہ وہ گھر جائے اور اپنی بیوی سے ایک بار پھر مشورہ کر لے اور اُسے بتائے کہ رپورٹ درج کرانے کا نتیجہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔

وہ چلا گیا۔ میں نے حلیم کو بلا کر ڈرایا دھمکایا اور بہت کوشش کی کہ اس نے اگر بیوی کو خود اِدھر اُدھر کر دیا یا ٹھکانے لگا دیا ہے تو مجھے بتا دے۔ وہ رونے پر آ گیا۔ بار بار یہی کہتا تھا کہ میری بیوی اپنی مرضی سے یا اپنی ماں کی کوشش سے لاپتہ ہوئی ہے۔ اُسے تلاش کیا جائے۔

میں اتنا سمجھ گیا تھا کہ حلیم میں اپنی بیوی کو قتل کرنے اور لاش غائب کرنے کی ہمت نہیں۔ البتہ یہ ممکن تھا کہ اس کے پاس پیسہ تھا جس سے وہ یہ جرم کرائے کے قاتلوں سے کرا سکتا تھا۔ تاہم میں ابھی

تنگ اسے گھریلو جھگڑا سمجھ رہا تھا اور میری کوشش یہ تھی کہ یہ لوگ صلح وصفائی کر کے پولیس اور عدالت کے چکر سے بچ جائیں۔ میں نے حلیم سے کہا کہ وہ کل پھر میرے پاس آئے، شاید اس کی بیوی واپس آ جائے۔ وہ بھی چلا گیا۔

لاش جوان لڑکی کی تھی

دو دن ان میں سے کوئی بھی تھانے نہ آیا۔ میں مطمئن ہو گیا کہ انہوں نے آپس میں کوئی سمجھوتہ کر لیا ہے۔ تیسرے دن دو میل دُور کے ایک گاؤں کا نمبردار تھانے میں آیا۔ اُس نے بتایا کہ اُس کے گاؤں سے تھوڑی ہی دُور ویرانے میں ایک عورت کی لاش برآمد ہوئی ہے جو زمین میں دبی ہوئی تھی۔ بھیڑیوں وغیرہ نے نکال لی ہے اور کچھ کھالی ہے۔

میں اُسی وقت روانہ ہو گیا۔

لاش عورت کی تھی۔ خراب ہو چکی تھی۔ ابھی سوجی ہوئی تھی، گلی سڑی نہیں تھی۔ گیدڑوں اور بھیڑیوں نے اُسے تھوڑی ہی دیر پہلے نکالا تھا۔ کئی جگہوں سے گوشت کھایا ہوا تھا۔ چہرہ ابھی محفوظ تھا۔ جسم پر خون نہیں تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسے تیز دھار آلے سے نہیں مارا گیا۔ اسے درندوں نے جہاں سے نکالا تھا وہ گڑھا گہرا نہیں تھا۔ رات طوفانی بارش برسی تھی۔ بہتے پانی نے گڑھے سے مٹی بہا دی تھی جس سے لاش ننگی ہو گئی اور گیدڑ وغیرہ پہنچ گئے۔ لاش کے کپڑے درندوں نے چیتھڑے بنا دیئے تھے۔ میں نے کپڑے دیکھتے ہی کہہ دیا کہ یہ عورت دیہاتی نہیں تھی۔ اُس کے پاؤں میں شہری سینڈل تھے جو صرف شہروں میں پہنے جاتے تھے۔

میں نے لاش اُٹھوائی اور پوسٹ مارٹم کا انتظام کرایا۔ مجھے حلیم کی بیوی کا خیال آ گیا۔ یہ لاش میرے لئے مصیبت بننے والی تھی کیونکہ منادی کرا کے اس کی شناخت کرانی تھی۔ میرے تھانے میں حلیم کی بیوی کے سوا کسی عورت کی گمشدگی کی رپورٹ نہیں آئی تھی۔ اگر یہ حلیم کی بیوی نہیں تھی تو مجھے دوسرے تھانوں سے پتہ کرنا تھا کہ کسی کے ہاں کسی عورت کی گمشدگی کی رپورٹ آئی ہو گی۔ میں لاش پوسٹ مارٹم کے لئے بھجوا کر تھانے چلا گیا۔ ایک کانسٹیبل سے کہا کہ وہ حلیم، اُس کے سُسر اور ساس کو تھانے لے آئے۔

لاش کو دیر سے آنا تھا۔ حلیم وغیرہ پہلے پہنچ گئے۔ میں لاش کے کپڑوں کے چیتھڑے اور سینڈل لے آیا تھا۔ پہلے حلیم کو اندر بلایا اور اُسے چیتھڑے اور سینڈل دکھائے۔ اُس نے کہا کہ اگر ایک چیتھڑا دھو کر اُسے دکھایا جائے تو پہچاننے میں آسانی ہو گی۔ کپڑے کیچڑ سے پہچانے نہیں جاتے تھے۔ میں نے سب سے بڑا ٹکڑا ایک کانسٹیبل کو دیا کہ اسے دھولائے۔ یہ پھولدار کپڑا تھا اور ریشمی تھا۔

کپڑا ڈھل کر آیا تو حلیم نے پہچان لیا۔ کہنے لگا کہ اُس رات اُس کی بیوی نے یہی کپڑے پہن رکھے تھے۔ سینڈل بھی اُس نے پہچان لئے۔ لاش کے ساتھ زیور کی ایک بھی چیز نہیں تھی۔

پھر میں نے حلیم کی ساس کو بلایا۔ اُس نے ڈھلا ہوا چیتھڑا دیکھتے ہی کہہ دیا...... یہ میری بیٹی کے سوٹ کا کپڑا ہے...... لاش کے ساتھ شلوار بھی اسی کپڑے کی تھی۔ سینڈل کے متعلق اُس نے کہا کہ اس کی بیٹی اسی قسم کے سینڈل پہنتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ اُس کا خاوند دوڑا آیا۔ میں نے اُسے سنبھالنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ بین کرتی اور حلیم کو گالیاں دیتی تھی۔

میں لاش کے انتظار میں تھا مگر ہسپتال سے پیغام آیا کہ لاش ضلع کے ہسپتال میں بھیجنی پڑے گی میں نے حلیم اور اُس کی ساس اور سُسر کو گھر چلے جانا کو کہا اور انہیں بتایا کہ میں انہیں کل بلالوں گا۔ میں لاش کو بیس بائیس میل دُور بھیجنے کے انتظامات میں مصروف ہو گیا۔

لاش دوسری بیوی کی

لاش دوسرے دن شام کو واپس آئی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں لکھا تھا کہ یہ لاش جوان لڑکی کی ہے۔ اسے مرے ہوئے پندرہ سے بیس دن گزر گئے ہیں۔ موت کا باعث گلا گھونٹنا لکھا گیا تھا۔ میں گردن پر نشان نہیں دیکھ سکا تھا کیونکہ گردن سوجی ہوئی تھی۔ چہرہ بھی سوجا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ میں نے حلیم، اُس کی ساس اور سُسر کو بلالیا۔ تینوں نے لاش کا چہرہ دیکھا۔ سب سے پہلے ماں نے کہا ...... "یہ میری بیٹی کی لاش ہے"...... مقتولہ کے باپ نے بھی تائید کر دی اور پھر حلیم نے بھی کہہ دیا کہ اُس کی بیوی کی لاش ہے۔ میں اس لئے مان گیا کہ یہ حلیم کی بیوی کی لاش ہے کہ اس لڑکی کو لاپتہ ہوئے پندرہ سولہ دن گزرے تھے اور پوسٹ مارٹم رپورٹ یہ تھی کہ مقتولہ کو مرے پندرہ سے بیس روز گزر گئے ہیں۔ تھانے میں مقتولہ کی ماں نے جو اُودھم بپا کیا وہ بیان سے باہر ہے۔ حلیم اس کی گالیاں خاموشی سے سن رہا تھا۔

مقتولہ کے باپ نے مجھے کہا کہ میں رپورٹ لکھوں کہ اُس کی بیٹی کو حلیم نے قتل کیا یا کرایا ہے۔ وہ یہ ثبوت پیش کر رہا تھا کہ حلیم مقتولہ کو گھر سے نکلنے نہیں دیتا تھا اس لئے یہ مانا نہیں جاسکتا کہ لڑکی خود باہر نکلی اور کوئی اسے اُٹھا کر لے گیا اور اسے آبادی سے دُور لے جا کر قتل کر دیا۔

حلیم نے اپنی صفائی میں شور شرابا بپا کر دیا۔ مجھے اب 302 کی رپورٹ درج کر کے پرچہ کرنا ہی تھا۔ لاش اور پوسٹمارٹم رپورٹ میرے سامنے پڑی تھیں۔ میں نے کاغذی کارروائی مکمل کر کے حلیم کو مشتبہ بٹھا لیا۔ اُس نے مجھے دو روز پہلے جو بیان دیا تھا اس میں ایسی وجوہات پائی جاتی تھیں جو قتل تک نوبت پہنچا سکتی تھیں۔ مثلاً مقتولہ کا حلیم سے یہ کہنا کہ وہ اسے پسند نہیں کرتی۔ اُس کا حلیم کی مردانگی پر

طنز کرنا اور اُس کے ساتھ بُرا سلوک کرتے رہنا۔ حلیم کے ساتھ یہ دھوکہ بھی ہوا تھا کہ اُس سے مکان لکھوالیا گیا تھا مگر لڑکی اس کے ہاتھ سے نکلی جارہی تھی۔ یہ ایسی وجوہات ہیں جو بزدل کو بھی دلیر بنا دیتی ہیں۔

لاش وارث لے گئے۔ میں نے حلیم کو تھانے میں رکھا۔ شہر میں خبر پھیل گئی کہ حلیم کی بیوی قتل ہوگئی ہے۔ بڑی سنسنی خیز واردات تھی۔ حلیم کا باپ اور اُس کے دو چھوٹے بھائی تھانے آگئے۔ میں نے حلیم کو حوالات میں بند نہ کیا۔ اُسے کانسٹیبلوں کے حوالے کر کے اُن کے کمرے میں بٹھایا اور خود گھر چلا گیا۔

رات بارہ بجے کے بعد تھانے گیا اور حلیم کو اپنے دفتر میں بٹھالیا۔ اُس کی حالت ایسی ہوگئی تھی جیسے دِق کا مریض ہو۔ خوف سے اُس سے کھڑا نہیں ہوا جارہا تھا۔ میں نے اُسے کہا کہ اُس کے بچنے کی بہت گنجائش ہے بشرطیکہ وہ بتادے کہ اُس نے اپنی بیوی کو کس طرح قتل کیا یا کرایا ہے۔ اُسے اپنے قبضے میں لینے کے لئے یہ بھی کہا کہ اُس کے خلاف اب کوئی ثبوت نہیں مل سکتا اور موقعہ کا کوئی گواہ نہیں۔

اُس نے بچوں کی طرح رونا شروع کر دیا۔ وہ قسمیں کھاتا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ اُس کی بیوی اس سے پہلے کبھی اُسے بتائے بغیر گھر سے نکلی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ وہ دن کے وقت اکثر کام سے باہر رہتا تھا۔ کبھی پتہ نہیں چلا کہ وہ گھر سے کبھی نکلی ہے یا نہیں۔ اس طرح رات کو کبھی غائب نہیں ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا کہ رات اُس نے کس وقت اُسے اپنے پلنگ پر دیکھا تھا۔ اُس نے بتایا کہ تقریباً دو بجے وہ پیشاب کے لئے اُٹھا تو اُس کی بیوی گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔

میں نے اس پر کم و بیش تین گھنٹے صرف کئے مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ میں اُس وقت اتنا تجربہ کار تو نہیں تھا پھر بھی مجھے یقین ہونے لگا کہ یہ شخص ایسا خوفناک جرم نہیں کر سکتا۔ پولیس کے سوال در سوال کے سلسلے اور جرح سے کوئی اُستاد ہی بچ سکتا ہے۔ اس آدمی میں مجھے کوئی چالا کی نظر نہ آئی۔ اس کے باوجود میں نے اسے بری قرار نہ دیا۔ یہ ممکن تھا کہ اس نے رات غصے سے بے قابو ہو کر بیوی کا گلا گھونٹ دیا ہو اور لاش وہاں جا کر دفن کر آیا ہو۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اُس نے کسی دوست یا کسی اور کی مدد لی ہو۔ اس کے گھر کی تلاشی ضروری تھی۔

زیورات بھی غائب

صبح ہوئی تو میں اُس کے گھر کو چلا۔ اُس کا باپ رات بھر تھانے کے باہر بیٹھا رہا تھا۔ وہ میرے سامنے آ گیا اور منت سماجت کرنے لگا۔ میں نے اسے ساتھ لے لیا۔ اُس نے بتایا کہ اُس کا بیٹا بالکل بدھو ہے۔ اسے ہم نے منع کیا تھا کہ دوسری شادی نہ کرو۔ اگر کرنی ہی ہے تو اس گھر سے نہ کرو کیونکہ لڑکی بھی مشکوک چال چلن کی ہے اور اس کی ماں بھی بہت چالاک اور عیار ہے۔ باپ نے کہا کہ اس کا

بیٹا اتنا چالاک اور ہوشیار ہوتا کہ قتل تک کر سکتا تو مکان لڑکی کے نام نہ لکھ دیتا۔
میں نے اُس سے پوچھا کہ مقتولہ کسی اور کو چاہتی تھی؟
''آپ سے پہلے والا تھانیدار اسی مکان میں رہتا تھا۔ جس میں آپ رہتے ہیں''......اُس نے جواب دیا......''اُس کا ایک بیٹا جوان تھا۔ اس کے متعلق پتہ چلا تھا کہ اس لڑکی سے ملتا ملاتا تھا۔ بہرحال لڑکی اچھے چال چلن کی نہیں تھی۔ نوجوانی میں ہی اس نے دوستانے گانٹھنے شروع کر دیئے تھے۔''
یہ شخص چونکہ حلیم کا باپ تھا اس لئے میں اس کی باتوں پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔ اسے تو اپنے بیٹے کی حمایت کرنی تھی۔ تاہم میں نے اُس کی کئی ایک باتیں ذہن میں رکھ لیں۔ اُس سے بہت کچھ پوچھا اور اُس کے جواب یاد کر لئے۔
حلیم کے گھر جا کر تلاشی لی۔ کونے کھدرے بھی دیکھے۔ ٹرنک وغیرہ بھی کھول کر دیکھے۔ حلیم نے بیوی کی گمشدگی کے بعد اُس کا ٹرنک نہیں دیکھا تھا۔ یہ میں نے دیکھا۔ حلیم ساتھ تھا۔ ٹرنک میں بڑی خوبصورت ٹین کی صندوقچی رکھی تھی جو تقریباً ایک فٹ لمبی اور آٹھ نو انچ چوڑی تھی۔ ایسی صندوقچیوں میں زیورات رکھے جاتے تھے۔ میں نے صندوقچی کھولی تو خالی تھی۔
''وہ زیورات بھی لے گئی ہے''......حلیم نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا......''میں نے اس کے لئے بے شمار زیورات بنوائے تھے۔ سب لے گئی ہے۔''
میں نے حلیم کی بات فوراً نہ مان لی۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ اُس نے بیوی کو ٹھکانے لگا کر زیورات کہیں اِدھر اُدھر کر دیئے ہوں۔ لیکن میں نے یہ بھی ذہن میں رکھا تھا کہ لڑکی گھر سے بھاگی ہو گی اور زیورات ساتھ لے گئی۔ وہ جس کے ساتھ بھاگی اُسے زیورات نے بے ایمان بنا ڈالا اور وہ لڑکی کو قتل کر کے زیورات اپنے ساتھ لے گیا۔ اگر زیورات گئے تو نقدی بھی ہو گی۔ حلیم نے بتایا کہ وہ اپنی بیوی کو خوش رکھنے کے لئے اُسے پیسے بہت دیتا تھا۔
اس مکان سے کوئی سراغ نہ ملا۔ لڑکی کو قتل ہوئے تین ہفتے گزر گئے تھے۔ ویسا سراغ تو مل ہی نہیں سکتا تھا جیسا میں ڈھونڈ رہا تھا۔ زیورات کی گمشدگی میرے لئے قابلِ غور تھی مجھے حلیم کی ساس کا خیال آ گیا۔ اُس کے متعلق جو رپورٹیں ملی تھیں ان کے پیشِ نظر میں نے اُس کے گھر کی تلاشی بھی ضروری سمجھی۔ حلیم کو ساتھ رکھا۔ اُس کے سُسر نے اپنے گھر کی تلاشی کے خلاف بہت احتجاج کیا۔ میری منت سماجت بھی کی مگر میں نہ ٹلا۔ مقتولہ کا جنازہ تھوڑی دیر پہلے ہو چکا تھا۔ میں اندر چلا گیا۔ مقتولہ کے باپ نے ایک بار پھر میرے آگے ہاتھ جوڑے کہ میں تلاشی نہ لوں۔ یہ ان کی بے عزتی کا

باعث تھا۔

بیٹی کی ماں تھانیدار کا بیٹا

''میں رُک جاتا ہوں''.....میں نے اُسے کہا.....''اپنی بیٹی کے زیورات اور رقم میرے حوالے کر دو۔''

اُس نے قسمیں کھا کر کہا کہ بیٹی کے زیورات کی ایک بھی چیز ان کے پاس نہیں۔ میں نے پہلی بار مقتولہ کی ماں کو دیکھا۔ بڑی خوبصورت عورت تھی۔ میں نے اُس کی آنکھوں کے بدلتے زاویے، اداسی میں بھی ہلکی سی مسکراہٹ، سٹائل اور چال ڈھال دیکھی تو مجھے خیال آیا کہ میں نے ایسی عورت پہلی بار نہیں دیکھی۔ مردوں کے سر کھلوانے والی عورت ایسی ہی ہوتی ہے، اپنی بیٹی کا سودا کرنے والی عورت بھی ایسی ہی ہوتی ہے اور ایسی عورت آسمان سے تارے بھی توڑ لاتی ہے۔ اُس نے میری طرف دیکھا تو اُس کے چہرے پر وہی تاثر آ گیا جو میں پہلے سے جانتا تھا کہ آئے گا۔ میں نے اُسے الگ کر لیا۔

''اپنے خاندان کو ننگا نہ کرو''.....میں نے کہا.....''اپنی بیٹی کی جتنی نقدی اور جتنے زیورات ہیں وہ مجھے دکھا دو۔''

اُس نے بڑی اچھی اداکاری کی۔ اللہ، رسولؐ اور قرآن کی قسمیں کھائیں۔

میں نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دھیمی سی آواز میں کہا.....''اب اگر تم نے جھوٹی قسم کھائی تو میں تمہیں تھانے لے جا کر حوالات میں بند کر دوں گا۔ تم پر یہ لعنت جھوٹی قسموں کی وجہ سے پڑ رہی ہے۔ تمہاری بیٹی قتل ہوئی اور تمہارے گھر کی تلاشی ہو رہی ہے۔ توبہ کرو اور میرے ساتھ سچ بولو۔ بتا دولڑکی کا اس گھر میں کیا کچھ رکھا ہے۔''

اُس نے پھر بھی مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش کی۔ میں نے تلاشی شروع کر دی۔ زیورات کی تین چار چیزیں حلیم نے پہچان لیں۔ ان میں دو چیزیں حلیم کی پہلی بیوی چھوڑ گئی تھی جو دوسری بیوی نے اپنی ماں کو دے دی تھیں۔ کچھ رقم بھی برآمد ہوئی لیکن اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ مقتولہ نے ماں کو دی ہے۔ حلیم کے مکان کی رجسٹری بھی برآمد ہوئی۔

حلیم کے سُسر نے مجھے اندر کے ایک کمرے میں روک لیا اور رو کر کہنے لگا کہ میری یہ بے عزتی اپنی بیوی اور بیٹی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ اُس نے کہا کہ حلیم کے ساتھ اپنی بیٹی کا سودا اُس کی بیوی نے ہی کیا تھا۔

اس گھر سے اور کوئی سراغ نہ ملا۔ مجھے کچھ ایسا یقین ہونے لگا تھا کہ قاتل حلیم نہیں، اور یہ بھی کہ

لڑکی کو غائب کرنے میں اس کی ماں کا ہاتھ نہیں۔ کوئی وجہ نظر نہیں آتی تھی۔ حلیم کی پہلی بیوی اور اُس کے بھائیوں کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مخبروں نے جو رپورٹیں دیں، ان کے مطابق مقتولہ اور اُس کی ماں کا چال چلن ٹھیک نہیں تھا۔ حلیم کے باپ نے بتایا تھا کہ مجھ سے پہلے تھانیدار کے بیٹے کے ساتھ مقتولہ کا میل ملاپ تھا۔ ایک مخبر عورت نے اس کی تصدیق کی یہ اطلاع میرے کام آسکتی تھی لیکن ابھی دیکھنا تھا کہ کیسے۔

میرے دماغ میں یہ آتی تھی کہ اگر میں حلیم کی یہ بات مان لوں کہ اُس کی بیوی بھاگ گئی ہے تو وہ تھانیدار کے بیٹے کے ساتھ بھاگی ہوگی۔ زیورات اور نقدی ساتھ لے گئی۔ باہر جاکر یوں ہوا ہوگا کہ تھانیدار کا بیٹا بے ایمان ہوگیا اور لڑکی کو قتل کر کے زیورات اور رقم لے اُڑا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں شہر سے پیدل نکلے اور راستے میں پیشہ ور رہزنوں اور ڈاکوؤں کے ہتھے چڑھ گئے۔ مقتولہ کی لاش کے ساتھ زیور کی ایک بھی چیز نہیں تھی۔ یہ بھی رہزنوں نے اُتار لی ہوں گی۔

پہلی بیوی نے بھید کھولا

حلیم کی پہلی بیوی یا اُس کے بھائیوں پر انتقام کا شک کیا جاسکتا تھا۔ میں رات کو اُن کے گھر چلا گیا۔ اس گھرانے کے متعلق مجھے رپورٹ مل چکی تھی کہ شریف اور عزت دار گھرانہ ہے۔ وہاں دو جوان لڑکے تھے جن کے متعلق بتایا گیا تھا کہ شرمیلے اور سیدھے سادے ہیں۔ میں نے اُن کے گھر جاکر حلیم کی پہلی بیوی کے باپ سے بات کی۔ اُس کے آنسو نکل آئے۔ اُس کے ساتھ بہت باتیں ہوئیں۔ عجیب بات یہ دیکھی کہ اُس نے حلیم کو بُرا بھلا نہ کہا بلکہ یہ کہا کہ بڑا سیدھا آدمی ہے۔ میں نے اس کے بیٹوں کو بھی بلالیا۔ ان میں سے ایک کی عمر بیس سال کے قریب ہوگی اور دوسرے کی سولہ سترہ سال۔ دونوں شرمیلے سے تھے۔ اُن کے چہروں پر مجھے قتل کرنے والی دلیری کے آثار نظر نہ آئے۔

میں اُن کے ساتھ ایسے انداز سے باتیں کرتا رہا جس میں دوستی اور ہمدردی تھی لیکن میں اُن کی جانچ پڑتال کر رہا تھا۔

بڑے لڑکے نے کہا.....''اگر آپ اس شک پر یہاں آئے ہیں کہ حلیم کی دوسری بیوی کے قتل میں ہمارا ہاتھ ہے تو مجھے اس سوال کا جواب دے دیں کہ ہم نے لڑکی کو کیوں قتل کیا؟ یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری بہن کو اس لڑکی (مقتولہ) نے طلاق نہیں دلوائی۔ طلاق ہم نے خود مانگی تھی۔ حلیم تو طلاق دے ہی نہیں رہا تھا۔ اُس نے دوسری شادی کا فیصلہ کرلیا تھا۔ قصور وار حلیم ہے، اس کی دوسری بیوی نہیں۔ اُسے قتل کر کے ہم حلیم کے گھر اپنی بہن کو دوبارہ آباد نہیں کرسکتے تھے۔ آباد کرنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ ہم نے خود طلاق مانگی تھی۔''

اس لڑکے کی بات میں وزن تھا۔ میں یہ بھی دیکھ چکا تھا کہ یہ لڑکے قتل کی جرأت نہیں رکھتے۔ پھر بھی ان کے سینے میں جھانکنے کے لئے میں نے ان کے ساتھ گپ شپ کے انداز میں بہت دیر باتیں کیں۔ آخر انہیں کہا کہ میں ان کی بہن (حلیم کی پہلی بیوی) سے دو چار باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان سے معذرت کی۔ وہ شریف لوگ تھے۔ انہوں نے اندر جا کر اپنی بہن کو میرے پاس بھیج دیا۔ باپ بھی اندر چلا گیا۔

میں نے اس عورت کے ساتھ افسوس کا اظہار کیا کہ حلیم نے اسے طلاق دے دی ہے۔ ایسی ہی چند اور باتیں کر کے اس کے دل سے پولیس کا ڈر نکال دیا۔ اس کے ساتھ جو باتیں ہوئیں ان سے مجھے یہ معلومات حاصل ہوئیں کہ حلیم نے اس کا ڈاکٹری معائنہ کرایا تھا اور وہ ٹھیک نکلی تھی۔ حلیم نے اپنا معائنہ ڈاکٹروں کے کہنے کے باوجود نہ کرایا۔ اکثریوں ہی ہوتا ہے کہ جس مرد کے اولاد نہ ہو وہ بیوی میں نقص بتاتا ہے اور اپنا معائنہ کرانے میں اپنی توہین سمجھتا ہے۔ حلیم کی پہلی بیوی نے بتایا کہ حلیم کا رویہ بھی یہی تھا۔ بیوی کے بار بار کہنے کے باوجود اس نے اپنے معائنہ نہ کرایا اور یہی کہتا رہا کہ وہ مکمل مرد ہے۔

اس عورت کے کہنے کے مطابق اس کے ساتھ حلیم کو بہت محبت تھی۔ حلیم دوسری شادی کرنا چاہتا تھا لیکن اسے طلاق نہیں دے رہا تھا۔ بیوی برداشت نہ کر سکی کہ اس گھر میں کوئی اور عورت آئے۔ اس نے طلاق کی ضد کی۔ اُدھر مقتولہ کے والدین نے بھی طلاق کی شرط عائد کر دی۔ حلیم نے پہلی بیوی سے کہا تھا کہ وہ اپنی محبت منتقل نہیں کرے گا، صرف اولاد کی خاطر شادی کر رہا ہے۔ اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اس عورت کو جائیداد کا حصہ دے گا اور اسی کو اپنی اصل بیوی سمجھے گا مگر یہ عورت نہ مانی۔

میں نے اپنائیت کے انداز میں اپنے مطلب کی باتیں پوچھنی شروع کر دیں۔ میں نے یہ دیکھا کہ یہ جوان سال عورت شریف ہے اور عقل والی بھی ہے۔

''میں جانتی ہوں کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں''......اُس نے باوقار سے لہجے میں کہا......

''اگر آپ کو یہ شک ہے کہ میں نے حلیم کی دوسری بیوی کو اپنے بھائیوں سے یا کسی اور سے قتل کرایا ہے تو یہ وہم دل سے نکال دیں۔ اگر میرے دماغ میں جرم ہوتا تو میں ایک بڑا ہی آسان جرم کرتی۔ میرے خاوند کو اولاد کی ضرورت تھی اور وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں تھا۔ میں بڑی آسانی سے اُسے اولاد دے سکتی تھی۔ اس اولاد کا باپ کوئی اور ہی ہوتا لیکن میرا خاوند اسے اپنی اولاد سمجھتا۔ میں طلاق سے بچ جاتی اور جائیداد کی وارث بنتی۔ اس لڑکی کو قتل کرنے سے کیا حاصل ہوتا؟ اُس کا تو اس میں کوئی قصور نہیں تھا۔ مجھے یہ حسد بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اس بیوی سے حلیم کی اولاد پیدا ہوگی۔ حلیم دس

شادیاں کر لے اُس کی اولاد نہیں ہوگی۔ مجھے عورتوں نے بتایا ہے کہ یہ لڑکی ماں باپ کے ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔ اس کی شادی زبردستی کی گئی تھی۔ شاید ماں نے اسے یہ لالچ دیا تھا کہ حلیم کا مکان ہاتھ آ جائے گا، زیورات اور رقم بھی مل جائے گی اور جو دل میں آئے کرنا۔''

''وہ کسی اور کو چاہتی تھی یا حلیم اسے پسند نہیں تھا؟''

''دونوں باتیں تھیں''.....اُس نے جواب دیا.....''میں نے حلیم سے کہا تھا کہ دوسری شادی کرنی ہے تو اس لڑکی کے ساتھ نہ کرے۔ میں نے اُسے بتا دیا تھا کہ اس لڑکی کی دوستی کس کے ساتھ رہی ہے۔ اور وہ بعد میں بھی یہاں آتا رہتا ہے۔ حلیم نے میری نہ سنی۔ اُلٹا غصے میں بولا کہ تم حسد کی وجہ سے اُسے بدنام کر رہی ہو۔''

''کون ہے وہ؟''

''آپ سے پہلے تھانیدار کا بیٹا''.....اُس نے جواب دیا.....''ایسی باتیں چھپی نہیں رہا کرتیں۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ ان کی دوستی کہاں سے شروع ہوئی تھی۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ اس لڑکی کے گھر کے ساتھ ایک گھر ہے۔ وہاں کی ایک لڑکی میری گہری سہیلی ہے۔ اُس کا ایک بھائی تھانیدار کے بیٹے کا دوست تھا۔ دونوں میں محبت اور رازداری تھی۔ تھانیدار کے بیٹے کا نام امین ہے۔ وہ کبھی کبھی رات کو اپنے دوست کے گھر آ جاتا۔ وہ بیٹھک میں بیٹھتے تھے۔ کبھی لڑکی بیٹھک میں آ جاتی، کبھی چھتوں کے اُوپر اُوپر سے اِدھر آ جاتی اور امین اوپر چلا جاتا۔ میری سہیلی بتاتی ہے کہ یہ لڑکی اُسے بڑے فخر سے اپنی محبت کے قصے سنایا کرتی تھی۔ میری اسی سہیلی کو اُس نے بتایا تھا کہ اُس کی شادی کہیں اور کی گئی تو وہ امین کے ساتھ بھاگ جائے گی۔''

رات کے آخری پہر کا راز

مجھ سے پہلا تھانیدار بھی مسلمان تھا۔ اُسے یہاں سے گئے ایک سال ہونے کو آیا تھا۔ اُس کے اس بیٹے کو میں نے دیکھا تھا۔ ایف۔اے پاس کر چکا تھا۔ اُس کا باپ اُسے اے۔ایس۔آئی بھرتی کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے چارج دے کر یہ تھانیدار وہاں سے چالیس میل دُور چلا گیا تھا۔

''امین کو یہاں سے گئے ایک سال ہونے کو آیا ہے''.....میں نے حلیم کی پہلی بیوی سے کہا۔

''وہ یہاں تین چار بار آ چکا ہے''.....اُس نے کہا.....''مجھے اسی سہیلی نے بتایا ہے۔''

اس عورت نے مجھے بڑی قیمتی بات بتا دی تھی۔ میں اُسے تسلی دلاسہ دے کر اور اُس کے باپ اور بھائیوں سے سلام دُعا کر کے رخصت ہوا۔ میں نے حلیم کی پہلی بیوی سے اُس کی سہیلی کے بھائی کا نام پوچھ لیا تھا۔ میں نے دوسرے دن اُسے تھانے بلایا۔ اٹھارہ اُنیس سال کا یہ نوجوان بہت ڈرا

ہوا تھا۔ میں نے اُسے کہا کہ میں اُس سے جو کچھ پوچھوں وہ بالکل سچ بتادے اور کسی تھانیدار سے یا اُس کے بیٹے سے نہ ڈرے۔

اُس نے وہی بات تفصیل سے سنادی جو حلیم کی پہلی بیوی نے اختصار سے سنائی تھی۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ امین اپنے باپ کے چلے جانے کے بعد بھی یہاں آتا رہا ہے اور لڑکی اُسے حلیم کے گھر سے آ کر ملتی رہی ہے۔

''وہ آخری بار کب آیا تھا؟''

''بیس بائیس روز گزرے آیا تھا''......اُس نے جواب دیا۔

''حلیم کی دوسری بیوی کو ساتھ لے گیا تھا؟''

نوجوان نے یوں چونک کر میرے منہ پر نظریں جمادیں جیسے میں نے اُس کے دل میں خنجر اُتار دیا ہو۔ میں چپ چاپ اُسے دیکھتا رہا اُس کا سر ذرا سا ہلا اور اُس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ اُس کے ہونٹ ہلے۔

''لیکن اللہ کی قسم، اس میں میرا کوئی قصور نہیں''......اُس نے بڑی مشکل سے کہا......''وہ تھانیدار کا بیٹا ہے۔ بے شک وہ میرا دوست ہے لیکن وہ بہت دلیر اور بدمعاش بھی ہے۔ میں اس سے ڈرتا ہوں''

میں نے اُسے حوصلہ دیا اور کہا کہ میں اُسے ملزم نہیں سمجھ رہا۔ بہر حال اُس نے بتایا کہ امین آیا اور اس کے گھر ٹھہرا تھا۔ اس نے ایک عورت کی زبانی حلیم کی دوسری بیوی کو پیغام بھیج دیا تھا۔ اُس نے اپنے اس دوست کو بتایا تھا کہ وہ لڑکی کو ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ لے جارہا ہے۔ رات کے آخری پہر وہ چلا گیا تھا۔ اس کا یہ دوست اپنے گھر سے نہیں نکلا۔ اس سے چند روز بعد اُسے امین کا خط ملا۔ اس میں اُس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں لکھا تھا کہ اس کا کام ہوگیا ہے اور تم دوستی کی قدر کرنا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ راز کو راز رکھنا۔

میں نے اُس سے خط مانگا تو اُس نے بتایا کہ وہ خط پھاڑ کر ضائع کر چکا ہے۔ البتہ اس نوجوان نے مجھے نہایت قیمتی بات بتائی۔ امین اس قدر آوارہ اور گمراہ ہوگیا تھا کہ کئی مہینوں سے اپنے باپ سے الگ ہو چکا تھا۔ باپ اُسے اے۔ ایس۔ آئی بنوانا چاہتا تھا لیکن لڑکا کسی اور طرف چل نکلا۔ اُس نے اب میرے تھانے سے کم وبیش نوے میل دُور ایک شہر میں چھوٹا سا ایک ہوٹل کھول رکھا تھا۔

میں نے اس عورت کو پکڑا جس کے متعلق اس لڑکے نے بتایا تھا کہ اس کے ذریعے لڑکی کو پیغام بھیجا گیا تھا۔ یہ ایک غریب عورت تھی۔ اس نے صاف بتادیا کہ امین کے پیغام وہی لڑکی تک لے جاتی

تھی۔ آخری پیغام یہ تھا کہ رات کے آخری پہر فلاں جگہ تیار ہو کر آ جانا۔ یہ عورت پیغام دے آئی تھی میں نے اس عورت سے اپنے مطلب کی تمام باتیں پوچھ لیں۔

مجھے بڑے کارآمد گواہ ملتے جا رہے تھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے قاتل پکڑ لیا ہے۔ امین اس جرم کے لئے نہایت موزوں آدمی تھا۔ دیہات میں جاگیرداروں اور اونچی ذات کے زمینداروں کے بیٹے اور شہر اور دیہات میں تھانیداروں کے بیٹے اپنے آپ کو فرعون سمجھتے ہیں۔ وہ اس وہم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ قانون کی گرفت سے بالا ہیں۔ ہمارے ملک میں ہوتا یوں ہے کہ اس نسل کو قانون سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔ امین اسی نسل سے تھا۔ اس کے دوست نے بتایا کہ امین باپ سے الگ ہو گیا ہے اور کہیں اور کاروبار کر رہا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ اُس نے لڑکی سے کہا کہ وہ سارے زیورات اور زیادہ سے زیادہ رقم ساتھ لے آئے۔ لڑکی زیورات اور رقم لے گئی۔ امین کو کاروبار کے لئے یا عیش وعشرت کے لئے یا جوے میں لگانے کے لئے انہی چیزوں کی ضرورت تھی۔ اُس نے لڑکی کا گلا گھونٹا اور اُس کی لاش دفن کر کے زیورات اور نقدی لے گیا۔

صرف ایک سوال مجھے پریشان کر رہا تھا..... ''اُس نے لاش کو زمین میں دبانے کے لئے گڑھا کس طرح کھودا تھا؟ کدال کے بغیر اتنی کھدائی ممکن نہیں تھی۔ کیا اُس کے ساتھ کوئی اور آدمی تھا؟''

جس لڑکی کی لاش ملی وہ زندہ نکلی

میں نے اُس جگہ خود ہی جانا بہتر سمجھا جہاں کے متعلق امین کے دوست نے بتایا تھا کہ وہ وہاں ہے۔ میں ہیڈ کانسٹیبل اور ایک کانسٹیبل کو ساتھ لے کر رات کی گاڑی سے روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر میں تھانے میں چلا گیا۔ وہاں ہندو تھانیدار تھا جس کے ساتھ اچھی جان پہچان تھی۔ وہ امین کے باپ کو بھی جانتا تھا۔ میں نے اُس تھانیدار کا نام لے کر کہا کہ اُس کا بیٹا جس کا نام امین ہے، وہ یہاں کہیں کوئی کاروبار کرتا ہے، میں اُسے پکڑنے آیا ہوں۔

اس ہندو تھانیدار نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا..... ''میں تمہیں بتاتا ہوں وہ کہاں ہے۔ اُسے پکڑ کر لے جاؤ لیکن یہ خیال رکھنا کہ وہ بری نہ ہو۔ اُس نے یہاں ہوٹل کھول رکھا ہے۔ اس ہوٹل کے اندر کے کمرے میں جوا چلتا ہے اور چور اُچکے اور غنڈے وہاں جمع رہتے ہیں۔ وہ میرے پاس آتا رہتا ہے اور اپنے باپ کا نام لے کر مجھے دوست بنائے رکھتا ہے۔''

''صاف کہو کہ ہوٹل کا چائے پانی تم تک پہنچتا رہتا ہے''..... میں نے ہنس کر کہا۔

''چائے پانی نہ پہنچے تو اس کا اڈہ ایک دن نہ چلنے دوں''..... اُس نے کہا اور پوچھا..... ''اُس نے کیا کیا ہے؟''

''ایک لڑکی کے ساتھ محبت کی پھر اُسے گھر سے بمع زیورات اور رقم نکالا اور اُسے قتل کر کے مال متاع لے آیا۔''

''شہادت؟''

''بڑی پکی''...... میں نے جواب دیا...... ''لاش بگڑ گئی تھی لیکن وارثوں نے شناخت کر لی ہے اور شہادت کی ایسی کڑیاں ملی ہیں کہ اس کے اقبالی بیان کی ضرورت ہی نہیں۔''

ہندو تھانیدار نے ایک بغیر وردی کانسٹیبل کو امین کے ہوٹل میں یہ دیکھنے کے لئے بھیجا کہ وہ وہاں ہے یا نہیں۔ کانسٹیبل نے آکر بتایا کہ وہیں ہے۔ تھانیدار میرے ساتھ ہو لیا۔ ہم ہوٹل میں گئے امین ہمیں دیکھ کر دوڑا آیا۔ اُس نے مجھے پہچان لیا۔ میں نے ایک سال پہلے اس کے باپ سے چارج لیا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کیسے آیا ہوں۔

''تمہیں اپنے ساتھ لے جانے آیا ہوں امین!''...... میں نے جواب دیا...... ''فوراً میرے ساتھ چل پڑو۔''

''کہاں لے جانا چاہتے ہیں مجھے؟''...... اُس نے میرا انداز بھانپتے ہوئے پوچھا۔

''جہاں تم نے ایک جوان لڑکی کو قتل کر کے دفن کیا تھا۔''

''کون سی جوان لڑکی؟''...... اُس نے حیرت سے پوچھا...... ''آپ کیا کہہ رہے ہیں ملک صاحب؟''

میں نے لڑکی کے باپ کا نام لے کر کہا...... ''اُس کی بیٹی جو حلیم کی دوسری بیوی تھی۔''

''آپ کو کس نے بتایا ہے کہ میں نے اُسے قتل کر دیا ہے؟''...... اُس نے کہا...... ''وہ اپنی مرضی سے میرے ساتھ آتی ہے۔ بالغ لڑکی ہے۔''

''اور تم نے اپنی مرضی سے اُسے قتل کر دیا ہے''...... میں نے کہا...... ''تم بھی تو بالغ ہو۔''

''آپ میرے گھر چلیں''...... اُس نے کہا...... ''میں آپ کو حلیم کی دوسری بیوی دکھا دیتا ہوں۔''

میں حیران ہونے لگا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ میں وہاں کے تھانیدار کے ساتھ اُس کے ساتھ چل پڑا۔ وہ کرائے کے مکان میں رہتا تھا۔ وہاں گئے تو وہ دوسرے کمرے میں جا کر ایک لڑکی کو ساتھ لے آیا۔ وہ بڑی خوبصورت تھی۔ میں نے اُس سے نام پوچھا تو اُس نے اپنا نام وہی بتایا جو حلیم کی دوسری بیوی کا تھا۔ اُس نے اپنے باپ کا بھی نام بتایا۔ میں تو اسے پہچانتا نہیں تھا۔ وہاں کے تھانیدار نے میرے ساتھ مذاق شروع کر دیئے۔ میں چکرا رہا تھا۔ لڑکی نے بتایا کہ وہ حلیم کی دوسری بیوی ہے۔

تھانیدار سے کہہ کر میں نے اس گھر کی باقاعدہ تلاشی کا انتظام کیا کچھ زیورات برآمد ہوئے جو

میں نے قبضے میں لے لئے۔ دونوں کو میں ریلوے سٹیشن لے گیا۔ امین کو میں نے ہتھکڑی نہ لگائی۔ اُن دنوں ریل گاڑیوں میں آج کی طرح رش نہیں ہوتا تھا۔ میں نے ایک چھوٹا کمپارٹمنٹ خالی دیکھا تو ہیڈ کانسٹیبل، کانسٹیبل، امین اور لڑکی کو اس میں سوار کرالیا۔ امین چونکہ تھانیدار کا بیٹا تھا اس لئے وہ میرے ساتھ بے تکلف ہوگیا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا کہ میں کس کے قتل کی بات کر رہا تھا۔ میں نے بات کو ٹالنے کے لئے کوئی اور بات شروع کر دی۔ امین اتنا پریشان نہیں تھا۔ لڑکی بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ میرے ساتھ بات کرنے سے بھی ڈرتی تھی۔ اُس نے امین کے کان میں کچھ کہا۔ دونوں نے میری طرف دیکھا۔

''کہتی ہے کہ اپنے خاوند کے پاس نہیں جاؤں گی''...... امین نے مجھے کہا اور پوچھا ...... ''ہمارے ساتھ آپ کیا سلوک کریں گے؟''

''تم ایک تجربہ کار تھانیدار کے بیٹے ہو''...... میں نے اُسے کہا ...... ''اپنا جرم تم خود اچھی طرح جانتے ہو۔ اگر تم دونوں میرے ساتھ اچھا سلوک کرو گے تو میں تمہارے ساتھ اس سے زیادہ اچھا سلوک کروں گا۔ دیکھ لو میں نے تمہیں ہتھکڑی نہیں لگائی۔ یہ لڑکی بے شک بالغ ہے لیکن شادی شدہ ہے۔ اپنے خاوند کو دھوکہ دے کر بھاگی، زیورات اور رقم بھی چوری کر لائی ہے۔ تم نے اسے اغوا کیا اور چوری میں مدد دی۔ مجھے تمہارے باپ کا خیال آتا ہے۔ تم مجھے ساری بات صاف صاف بتا دو تا کہ تمہیں بچانے کی کوئی ترکیب سوچوں۔''

میں نے اُسے لڑکی سے الگ کرلیا اور ذرا پرے جا بیٹھے۔ اس کے متعلق جو رپورٹ ملی تھی وہ بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ اس کے دوست نے اس کی اور حلیم کی دوسری بیوی کی محبت اور ملاقاتوں کی جو روئیداد سنائی تھی وہ بھی دُرست نکلی۔ امین ہر بات سچ بتا رہا تھا۔ اگر اُس وقت امین وہاں ہوتا۔ جب لڑکی کی شادی ہو رہی تھی تو وہ حلیم کے گھر جاتے ہی یا ماں باپ کے گھر سے امین کے ساتھ بھاگ جاتی امین کو بہت دیر سے پتہ چلا۔ وہ یہاں آیا۔ لڑکی سے ملا اور لڑکی کا فرار طے ہوا۔ پھر وہ لڑکی کو لینے آیا۔ دوست کے گھر ٹھہرا۔ عورت کی معرفت انہوں نے ملنے کی جگہ طے کی۔ لڑکی نے زیورات اور رقم کی پوٹلی دن کو ہی باندھ کر ٹرنک سے باہر کہیں رکھ لی تھی۔

حلیم آدھی رات کے بعد پیشاب کے لئے جاگا۔ اُس وقت لڑکی جاگ رہی تھی۔ حلیم اُسے سوتی ہوئی سمجھتا رہا۔ وہ واپس آ کر سو گیا تو لڑکی اُٹھی۔ پوٹلی اُٹھائی اور نکل گئی۔ امین بھی فوراً ہی آگیا۔ دونوں ریلوے سٹیشن کے قریب اندھیرے میں چھپے رہے۔ گاڑی آئی تو وہ پلیٹ فارم کی طرف سے سوار ہونے کی بجائے دوسری طرف سے سوار ہوئے۔ انہوں نے ٹکٹ نہیں لئے تھے۔ وہ اس شہر میں

اُترے اور کسی طرف سے سٹیشن سے نکل گئے۔ امین کو یہ معمولی سا ہوٹل کھولے تین چار مہینے ہو گئے تھے۔ اُس نے لڑکی کو نکاح کے بغیر راشتہ کے طور پر رکھا ہوا تھا۔

لڑکی سے میں نے الگ بات کی۔ امین نے اسے کہا کہ چھپانے کی ضرورت نہیں۔ ملک صاحب اپنے آدمی ہیں۔ ساری بات سنا دو۔ اُس نے وہی بیان دیا جو امین دے چکا تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ اُس کی ماں کو اُس کے فرار کا علم تھا؟ اُس نے بتایا کہ ماں کو تو یہ بھی علم نہیں تھا کہ وہ امین کو چاہتی اور اسے ملتی ملاتی ہے۔ ماں کے متعلق اُس نے یہ بتایا کہ وہ اسے کہتی رہتی تھی کہ حلیم سے زیادہ سے زیادہ پیسے لے کر گھر لاتی رہے۔ اس طرح اُس نے حلیم سے خاصی رقم بٹوری اور اپنی ماں کو دی۔

میں نے ان کے بیان سنے اور پریشان ہوتا رہا کہ وہ لاش کس کی تھی جسے اس لڑکی کے ماں باپ اور حلیم نے کہہ دیا تھا کہ اسی کی ہے۔ میں نے لڑکی کے سینڈل دیکھے۔ وہ اسی قسم کے تھے جیسے لاش کے پاؤں میں تھے۔ اس کے کپڑے کچھ اور قسم کے تھے۔

ہم اپنے تھانے میں پہنچے تو میں نے لاش کے ساتھ برآمد ہونے والا ایک چیتھڑا لڑکی کو دکھا کر پوچھا کہ اُس کے پاس اس قسم کا سوٹ ہے؟ اُس نے بتایا کہ اس کا ایک سوٹ بالکل اسی کپڑے اور اسی رنگ کے پھولوں کا ہے۔

پھر وہ لاش کس کی تھی؟

حلیم لڑکی کی ماں اور اُس کے باپ کو تھانے بلایا۔ تینوں لڑکی کو دیکھ کر اس طرح حیران ہوئے جیسے ڈر بھی رہے ہوں۔ ماں اپنی بیٹی سے لپٹ گئی۔ اُن کے پوچھنے کے باوجود میں نے انہیں نہ بتایا کہ لڑکی مجھے کہاں سے ملی ہے۔ میرے ذہن پر وہ لاش سوار ہو گئی جو برآمد ہوئی تھی اور اُسے اِن لوگوں نے اپنی بیٹی سمجھ کر پورے احترام اور تمام تر رسموں کے ساتھ دفن کیا تھا۔

اس موقع پر مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ میں اِن احمقوں کی باتوں میں اور فرض کے ساتھ اپنی دیانتداری میں اُلجھ گیا تھا۔ میں نے لاش کی شناخت بھی غلط کرائی تھی۔ لاش کا چہرہ اتنا سوجا ہوا تھا کہ آنکھیں بند اور دبی ہوئی تھیں۔

اسی شام امین کا باپ آ گیا۔ وہ چالیس میل دُور کے ایک تھانے کا انچارج تھا۔ اُسے ہندو تھانیدار نے بذریعہ فون اطلاع دی تھی کہ اُس کا بیٹا پکڑا گیا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو چھڑانے آیا تھا۔ اُس نے بیٹے کو بہت گالیاں دیں، پھر مجھ سے پوچھا کہ یہ قصہ کیا ہے۔ میں نے اُسے بتا دیا اس کے بعد جو کچھ ہوا اور ہم نے کیا وہ سنانے کی ضرورت نہیں۔ لڑکی نہ حلیم کے ساتھ جانے پر رضامند تھی نہ ماں باپ کے ساتھ۔ امین کے باپ نے حلیم سے کہا کہ اُس نے اپنی بیوی کی کرتوت دیکھ لی ہے۔ اب وہ

اسے بیوی بنا کر نہیں رکھے گا، لہٰذا اسے طلاق دے دے۔

"مجھے مکان واپس دلا دو" ..... حلیم نے کہا..... "زیورات بھی دلا دو اور طلاق لے لو۔"

یہ مذاکرات امین کا باپ کر رہا تھا۔ اُس نے لڑکی کے ماں باپ کو راضی کر لیا کہ وہ مکان کی رجسٹری دے دیں۔ انہوں نے کاغذات دے دیئے۔ دوسرے دن تحصیل کے دفتر میں جا کر لڑکی نے مکان حلیم کے نام کرا دیا اور حلیم نے ایک یہ شرط بھی منوا کر طلاق دے دی کہ وہ حق مہر اور ماہوار خرچ نہیں دے گا۔

لڑکی نے تحریر دے دی کہ وہ حق مہر اور خرچ معاف کرتی ہے۔

لڑکی امین کے ساتھ چلی گئی لیکن جو لاش برآمد ہوئی تھی اُس کے متعلق آج تک پتہ نہیں چلا کہ کس کی تھی۔ تحصیل کے تمام تھانوں سے پتہ کرایا۔ کسی بھی تھانے میں کسی عورت کی گمشدگی کی رپورٹ نہیں آئی تھی۔ میرا خیال تھا کہ پیشہ ور مجرم اُسے کہیں دور سے اغوا کر کے لائے تھے اور کسی وجہ سے اُسے قتل کر کے دفن کر گئے تھے۔

☆☆☆